قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری
ماموں کانجن

تحریک استقلال اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید

علامہ احسان الٰہی ظہیر برصغیر کے بیسویں صدی کے علماء میں سے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے مستحضر علم ' سیاست ' فراست ' تدبر ' استقامت ' جرات سے ' شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے وسعت علم ' مذاہب عالم پر فاضلانہ نظر ' فن مناظرہ میں مہارت تامہ سے ' امام العصر مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے علوم قرآن میں گہرائی سے استاذ العلماء حافظ محمد گوندلوی کی مجتہدانہ تدریس سے مولانا محمد اسماعیل سلفی کی حدیث فہمی سے ' بطل حریت مولانا سید داؤد غزنوی کی جرات وبیباکی سے ' علامہ اقبال کے عشق رسول سے ' امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت سے ' بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خاں کی جمہوریت پسندی سے ' مولانا ظفر علی خاں اور آغا شورش کاشمیری کی جرات ' بیباکی اور انگریز دشمنی سے متاثر تھے ۔ موجودہ قائدین میں سے وہ سب سے زیادہ نوابزادہ نصراللہ خاں سے متاثر تھے ۔ نوابزادہ نصراللہ خاں بھی انہیں بچوں کی طرح عزیز رکھتے تھے ۔ علامہ صاحب نے جب آنکھیں کھولیں اور شعور بیدار ہوا تو سیالکوٹ سیاسی معرکہ آرائیوں کا بہت بڑا مرکز تھا ۔ گوجرانوالہ اور سیالکوٹ سیاسی بیداری کے اعتبار سے لاہور کے بعد دوسرے نمبر پر تھے ۔ ایک ذہین اور فطین نوجوان اپنے ماحول میں سیاسی ہنگامہ آرائیوں اور باہمی معرکہ آرائیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ پھر علامہ احسان الٰہی ایسا ذہین و فطین آدمی اپنے ماحول میں کیسے پیچھے رہ سکتا تھا ۔ علامہ مرحوم کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ دوران تعلیم بڑے صبر اور حوصلے سے عملی اور جماعتی سیاسیات سے الگ تھلگ رہے ۔ مدینہ یونیورسٹی سے واپسی کے بعد علامہ صاحب نے مسجد چینیانوالی لاہور میں جب امامت و خطابت کی مسند سنبھالی تو ملک پر ایوب خانی آمریت مسلط تھی ۔ ہر طرف ڈکٹیٹر شپ کی دہشت طاری تھی ۔ ایوب خاں کی ا۔بڈو کی تلوار نے بڑے بڑے گھاگ سیاستدانوں کو گھائل کر رکھا تھا ۔

بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خاں جرات ' بیباکی ' معاملہ فہمی ' بے لوث بے داغ کردار اور جاذب شخصیت کی وجہ سے ایک منفرد مقام کے حامل ہیں ۔ انہوں نے ہر قسم کی قربانی دے کر جمہوریت کی شمع کو ہمیشہ فروزاں رکھا ۔ اور کاروان جمہوریت نوابزادہ خاں کی قیادت میں ہمیشہ وقت کے ڈکٹیٹروں ' آمروں اور ہمچو ما دیگرے نیست کے علمبرداروں سے ٹکراتا رہا ہے ۔ علامہ صاحب کے قیام لاہور کے آغاز میں ایوب شاہی اپنے شباب پر تھی ۔ کرمانیوں اور مسعود صادقوں کا دور دورہ تھا ۔ افسر شاہی کا طوطی بولتا تھا ۔ اپنی خطابت کے آغاز میں علامہ صاحب آمریت کے خلاف جت گئے اور ڈٹ گئے ۔ لاہور نکلسن روڈ پر قیام لاہور کے زمانہ میں نوابزادہ نصر اللہ خاں کی شام کو مجلس جمتی ' جسے سیاسی کارکنوں کے حلقے میں شام غریباں کے نام سے پکارا جاتا ۔ علامہ صاحب تا زندگی اس شام غریباں میں ہمیشہ شرکت فرماتے رہے ۔ درحقیقت نوابزادہ نصر اللہ خاں اپنی پاک صاف زندگی ' صاف ستھرے کردار ' پرخلوص حب وطن ' راستبازی ' جرات ' بیباکی اور جمہوریت کے سچے علمبردار کی حیثیت سے سیاسی کارکنوں کی تربیت فرماتے تھے ' اور فرماتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ مادر گیتی پنجاب سے نوابزادہ نصر اللہ خاں کی شخصیت ایک بےمثال انسان ایک قد آور سیاستدان ' سراپا اخلاص شخصیت کی حامل ہے ۔ نوابزادہ نصر اللہ ایسی شخصیتیں لیل و نہار کی لاکھوں گردشوں کے بعد عالم وجود میں آتی ہیں ۔ اور ایک خاص قالب میں ڈھل جاتی ہیں ۔ اب وہ سانچے ٹوٹ گئے ' وہ قالب ڈھے گئے جس میں نوابزادہ نصر اللہ جیسی شخصیتیں ڈھلا کرتی ہیں ۔ علامہ صاحب مرحوم سیاسی لوگوں میں سب سے زیادہ نوابزادہ نصر اللہ خاں سے متاثر تھے ۔

نوابزادہ نصر اللہ خاں میں اللہ تعالی نے یہ خوبی بھی ودیعت فرمائی ہے کہ وہ سیاسی افراد و اشخاص ' سیاسی جماعتوں اور سیاسی کارکنوں کو اکٹھا کرنے اور ان میں سیاسی اتحاد پیدا کرنے میں ید طولی رکھتے ہیں ۔ ٹیبل ٹاک اور مجلسی گفتگو کے بادشاہ ہیں ۔ چنانچہ سنہ ۶۵ ء کی بیکار ' بے فائدہ جنگ نے ہم وطنوں کی آنکھیں کھول دیں ' ہمارے بہادر فوجی جوانوں نے جو میدان جنگ میں کامیابی حاصل کی تھی ایوب خاں اور بھٹو تاشقند

میں جائے کی میز پر ہار آئے (شکست کھا گئے) بھارتی وزیر اعظم لال بہادر شاستری اپنی کامیابی کی خوشی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔ عوام میں اس رسوا کن ناکامی سے مایوسی اور بددلی پھیل گئی ۔ نوابزادہ نصراللہ خاں ان دنوں عوامی لیگ کے صدر تھے ۔ انہوں نے کونسل مسلم لیگ ' جماعت اسلامی ' جمعیت علمائے اسلام ' خاکسار ' مسلم کانفرنس ' نظام اسلام پارٹی ' نیشنل عوامی پارٹی کو اکٹھا کر کے جمہوری محاذ کے نام سے ایوب خانی آمریت کو چیلنج کیا اور گرفتاریاں پیش کیں ۔ سنہ ۱۹۶۸ جمہوریت کی بحالی اور ایوبی آمریت کے ختم کرنے کی جدوجہد کا سال ہے ۔ سی آئی اے کے اشارے سے بھٹو بھی تاشقند کی پٹاری لے کر میدان میں اترے ۔ جب جمہوری محاذ کے قائدین ذوالفقار علی بھٹو ' خان عبدالولی خان گرفتار کر لئے گئے تو اس خلا کو پر کرنے کے لئے ایئر مارشل اصغر خاں میدان میں اترے اور سچ یہ ہے کہ ایئر مارشل اصغر خاں نے اپنی دبنگ شخصیت ' جرات و بیباکی سے عوامی جدوجہد کی تحریک کی قیادت سنبھال کر بہت حد تک خلا کو پر کر دیا ۔ ایوب خاں کا جشن دہ سالہ کا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا ۔ وہ حالات کے ہاتھوں جمہوری محاذ سے مذاکرات کرنے پر مجبور ہو گئے ۔ نوابزادہ نصراللہ خاں اور ایوب خاں عوام کی توجہ کا مرکز و محور بن گئے ۔ ان کے مذاکرات شروع ہو گئے ۔ لیکن سی آئی اے کے پروگرام کے ماتحت ذوالفقار علی بھٹو اور مولانا عبد الحمید بھاشانی نے جمہوری محاذ اور ایوب خاں کے مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لئے اپنے پبلک مجمع لگانے شروع کئے ۔ بات نتیجے تک پہنچ چکی تھی ۔ صرف اسمبلی کا اجلاس بلا کر کچھ ناگزیر دستوری تبدیلیاں کرنا ضروری تھا کہ یہاں ممتاز خاں دولتانہ اور خان عبدالولی خاں کی ضد نے اگر تلہ کیس کے ہیرو شیخ مجیب الرحمان کو چھوڑ دینے پر مجبور کیا ۔ شیخ مجیب الرحمن کی رہائی سے حالات یکسر پلٹا کھا گئے اور سی آئی اے کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں تا آنکہ غدار ملت ' غدار وطن اور غدار اسلام آغا یحیی خاں قزلباش دوسرا مارشل لاء لگانے میں کامیاب ہو گئے ۔ اس بحالی جمہوریت کی جدوجہد میں عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹے ' خطابت اور تشخص کے اعتبار سے نہایت قد آور شخصیت علامہ احسان الہی

ظہیر نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ سنہ ۷۰ء کے انتخابات میں جب بھٹو کی تلوار سے چھتری ٹوٹ گئی ' لالٹین بجھ گئی ' چابی گم ہوئی ' کھجور گر گئی ' شیر ' شیر قالین ثابت ہوا ' پھول مرجھا گیا ' ترازو ٹوٹ گیا تو صرف کشتی ڈوبنے سے بچ گئی ۔ اور یحیی خاں بھٹو کی ملی بھگت سے ہمارا مشرقی بازو ہم سے جبرا کاٹ دیا گیا ۔ دسمبر۱۹۷۱ء کے اواخر میں بھٹو صاحب عوامی مارشل لاء کی حیثیت سے سریر آرائے سلطنت ہوئے ۔ مغربی پاکستان کا نام پاکستان رکھ دیا گیا ۔ ادھر تم ادھر ہم کی عملی تفسیر کردی گئی ۔ بھٹو شاہی نے پاکستان میں اپنی خدائی کا تخت بچھادیا ۔ جمہوریت کے نام پر ایوان اقتدار میں پہنچنے والا بھٹو ' جمہوریت کا دشمن بن گیا ۔ علماء ' طلبہ ' وکلاء ' سیاسی کارکنوں ' مزدوروں اور مظلوم انسانوں کو اپنی خون آشامی کا نشانہ بنانا شروع کیا ۔ اس وقت ملک میں سکوت مرگ کی سی کیفیت طاری تھی ۔ نوابزادہ نصر اللہ خاں نے پھر سیاسی جماعتوں کو اکٹھا کر کے بحالی جمہوریت کے لئے بھٹو کے خلاف تحریک کی طرح ڈالی ۔ لاہور ' کراچی ' ملتان ' حیدر آباد ' فیصل آباد ' پشاور وغیرہ مقامات پر سیاسی کارکنوں نے اپنی گرفتاریاں پیش کیں ۔ اس سیاسی جدوجہد میں اٹھتی جوانی کے باوجود شہید ملت علامہ احسان الہیٰ ظہیر نے نوابزادہ نصر اللہ خاں کے شانہ بشانہ مجاہدانہ کردار ادا کیا ۔ اور بھٹو شاہی کو سیاسی پٹخنی دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا ۔ نوابزادہ نصر اللہ خاں ' پیر پگاڑا ' عبد الولی خاں ' مفتی محمود مرحوم ' شیرباز مزاری ' ایئر مارشل اصغر خاں ' سردار عبد القیوم ' سردار سکندر حیات خاں ' سبھی لوگ علامہ مرحوم کی جرات ' بیباکی ' راستبازی اور خطابتی جلوہ آرائیوں میں رطب اللسان تھے ۔ سنہ ۱۹۷۳ء کے دستور کے دوران (پیپلز پارٹی جو جمہوریت کی چیمپئن بنی ہوئی ہے) میں مفتی محمود مرحوم ' چوہدری ظہور الہیٰ ' میاں نظام حیدر ' پروفیسر غفور' سردار شوکت حیات ' میر شیرباز خاں مزاری ' خان عبدالولی خاں ' مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر اپوزیشن کے ممبران اسمبلی کو اٹھوا کر اسمبلی سے باہر پھینک دیا ۔

اس تیرہ و تار ماحول میں جمہوریت کے نیر تاباں ' جمہوریت کے آفتاب عالم تاب '

نوابزادہ نصر اللہ خاں میدان میں نکلے ۔ اور سیاسی کارکنوں خصوصاً پاکستان جمہوری پارٹی کے ارکان کو لے کر بحالی جمہوریت کی جدوجہد شروع کی ۔ ان ہی ایام میں ممتاز علی بھٹو نے سندھ میں لسانی بنیادوں پر غیر سندھیوں کا قتل عام شروع کروا دیا ۔ نوابزادہ نصر اللہ خاں ایک وفد لے کر ہفتہ عشرہ کے لئے حالات کا جائزہ لینے سندھ روانہ ہو گئے ۔ اس وفد میں قد آور لیڈر ' شعلہ بیاں مقرر اور شیوہ بیاں خطیب علامہ احسان الٰہی ظہیر تھے ۔ ان کے دورہ سندھ سے سندھ کے حالات میں خاصا سکون اور ٹھہراؤ آ گیا ۔

اس دوران پیر پگاڑا ' محمد خاں جونیجو کے ہی ایسے علاقے تھے جو قتل و غارت سے قدرے محفوظ رہے ۔

سندھ سے واپسی پر نوابزادہ نصر اللہ خاں نے آمریت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پنجاب میں جلسوں اور عوامی اجتماعات کا ایک وسیع پروگرام بنایا ۔ چنانچہ میاں چنوں ' خانیوال ' ملتان ' بہاولپور ' لودھراں ' وہاڑی ' بورے والا وغیرہ میں زبردست سیاسی اجتماعات ہوئے ۔ ان میں علامہ مرحوم کی بڑی معرکہ الاراء تقریریں ہوئیں ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان تمام مقامات پر علامہ صاحب کے خلاف مقدمات بنائے گئے ۔ انہی ایام میں علامہ صاحب بورے والا سے خانیوال آتے ہوئے میلسی لنک میں رات کی تاریکی میں کار سمیت گر گئے ۔ اللہ کی بے پایاں رحمت سے علامہ صاحب زندہ و سلامت بچ گئے اور ڈرائیور شہید ہو گیا ۔ پنجاب کے گورنر شیر قالین غلام مصطفیٰ کھر نے علامہ صاحب پر قتل عمد کا کیس دائر کیا ۔ ان ایام میں تقریباً نو کیس مصطفیٰ کھر کی طرف سے علامہ مرحوم پر دائر کئے گئے ۔ علامہ مرحوم نے استقامت ' حوصلے اور پوری شجاعت سے ان مقدمات کا سامنا کیا ۔ بھٹو شاہی سے نہ ڈرے ' نہ دبے نہ بکے ۔

ایئر مارشل اصغر خاں بڑی دبنگ شخصیت کے مالک ہیں ۔ بہادر انسان ہیں ۔ ان کی سروس انتہائی صاف ستھری اور بے داغ ہے ' چاک و چوبند اور شاہی مزاج انسان ہیں ۔ پاکستان کی فضائیہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں ان کی مستعدی اور دیانتدارانہ صلاحیتوں کو بڑا دخل ہے ۔ ایئر مارشل اصغر خاں کی جاذب شخصیت نے چند ہی دنوں

میں خاصی قد آور سیاسی شخصیتوں کو اکٹھا کر لیا ۔ خصوصا نامور وکلاء کی ایک اچھی خاصی کھیپ تحریک استقلال میں شامل ہو گئی ۔ ایئر مارشل اصغر خاں ' مولانا مودودی مرحوم کے ہم زلف ہیں ۔ ایئر مارشل اصغر خاں نے بھی بڑی بہادری ' اولو العزمی اور جرات سے ' بھٹو کے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی ۔ بھٹو کے تشدد کو للکارا ' علامہ مرحوم بھی تحریک استقلال میں شامل ہو کر اس کاروان حریت کے رکن رکین بن گئے ۔

ان سطور کے راقم نے علامہ مرحوم سے دریافت کیا کہ آپ پی ' ڈی ' پی میں کیوں شامل نہیں ہوئے اور تحریک استقلال کو کیوں ترجیح دی ۔ علامہ صاحب نے جواب میں تفصیلا فرمایا کہ ذہنی ' فکری ' اعتقادی ' نظریاتی اعتبار سے میں بیشتر حد تک اپنے کو نوابزادہ نصر اللہ خاں کا ہم آہنگ پاتا ہوں ۔ میرا جی بھی چاہتا تھا کہ صاف ستھرے ' پاکباز ' پاک نفس ' جمہوریت کے دلدادہ ' حزم و احتیاط کے پتلے ' شرافت و نجابت کے مجسم ' عظیم سیاستدان کا ساتھ دوں لیکن پی ' ڈی ' پی کے فلاں فلاں لیڈر حضرات مجھ سے معاصرانہ چشمک رکھتے تھے ۔ اور پی ' ڈی ' پی میں میری شمولیت کو یہ لوگ اپنی ترقی کے لئے سد راہ تصور کرتے تھے ۔ میں نے سمجھا کہ اس طرح نوابزادہ نصر اللہ خاں سے میرے تعلق بھی بگڑ جائیں گے اور ایک سازشی ماحول میں صلاحیتیں ضائع ہو جائیں گی ۔ اسی وجہ سے میں نے پی ' ڈی ' پی میں شمولیت کا ارادہ منسوخ کردیا ۔ میں بنیادی طور پر جمہوریت پسند اور اپوزیشن سے تعلق رکھنے والا انسان ہوں ۔ ایئر مارشل اصغر خاں نے ایوب خاں کی آمریت کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا اور بھٹو شاہی اور اس کے جبر و تشدد کو جس پامردی اولوالعزمی اور بہادری سے للکارا اور بھٹو کے جبر و تشدد اور آمریت کے خلاف جن مساعی کا آغاز کیا ۔ میں اس سے خاصا متاثر تھا ۔ ادھر بھٹو کے صوبائی گورنر نے مجھے ایک درجن سے زائد مقدمات میں الجھایا ہوا تھا ۔ اور ایک قتل کا مقدمہ بھی مجھ پر دائر کروایا تھا ظاہر بات ہے مجھ اکیلے کے لئے ان تمام مقدمات سے نپٹنا انتہائی دشوار تھا چونکہ نامور وکلاء تحریک استقلال میں شامل ہو چکے تھے خصوصا انور بار ایٹ لاء مرحوم ' میاں خورشید محمود قصوری ' میاں محمد علی قصوری ' اعتزاز احسن

وغیرہ ۔ لہذا میں نے سمجھا کہ تحریک استقلال کی قیادت بہادر اور اولوالعزم ہے نیز مجھے جماعتی طور پر نامور وکلا کی حمایت حاصل ہو جائے گی ۔ لہذا میاں محمود علی قصوری مرحوم اور ایر مارشل اصغر خان کے کہنے پر میں نے تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کر لی ۔ ائیر مارشل اصغر خاں نے میرا انتہائی پرتپاک خیر مقدم کیا ۔ اور عظیم ہوٹل میں میری شمولیت کے اعزاز میں ایک عظیم الشان استقبالیہ دیا اور پھر مجھے مرکزی سیکرٹری اطلاعات منتخب کر لیا گیا ۔ ائیر مارشل اصغر خان جن کی سنجیدگی اور متانت مسلم ہے اور جن کے چہرے سے خوشی و غمی کے خطوط بھی ظاہر نہیں ہوتے وہ تحریک استقلال میں میری آمد پر بہت خوش تھے ۔ تحریک استقلال میں پاکستان بھر میں عموما اور پنجاب میں خصوصا بھٹو شاہی کے خلاف عظیم سیاسی اجتماعات کا پروگرام بنایا گیا اور مجھے مرکزی قائد اور خطیب کی حیثیت سے ہر اجتماع میں شرکت کے لئے مجبور کیا گیا ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ تحریک استقلال میں میری شمولیت پارٹی میں عظیم طاقت کا باعث بنی اور بے شمار مضبوط سیاسی کارکنوں نے میری وجہ سے تحریک استقلال کے اسٹیج کو ترجیح دی ۔ ائیر مارشل اصغر خان ہمیشہ میری خدمات اور جرات کے معترف اور معتقد رہے ' بہرحال ہم نے اس کاروان جمہوریت میں پوری یکسوئی اور بہادری سے کام کیا اس سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں ' تحریک نظام مصطفیٰ میں ہم نے تحریک استقلال کے پلیٹ فارم سے اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور بھٹو شاہی کی عظیم پیشکشوں کو استحقار سے ٹھکرا دیا ۔ کراچی کے ضمنی انتخاب میں ائیر مارشل اصغر خان اپنی روائتی متانت کے باوجود میری خطابت کے رطب اللسان تھے ۔ بہر حال ہمارا کاروان جماعت باہمی اشتراک و تعاون اعتماد اور خوش اسلوبی سے چلتا رہا ۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے مارشل لاء کے بعد سیاسیات کے پرسکون سمندر میں خاصے مد جذر پیدا ہوئے ۔ حالات کے نشیب و فراز میں خاصے تغیرات واقع ہو گئے ۔ جماعت اسلامی اور مسلم لیگ نے ضیاء الحق مرحوم سے ساز باز کرنا شروع کر دی جو ائیر مارشل اصغر خان کے لئے ناقابل برداشت تھی ۔ انہوں نے یہ کہہ کر کہ بھٹو کے اقتدار سے علیحدگی کا مقصد حاصل ہو گیا ہے اور اب ہمارے

اتحاد کی چنداں ضرورت نہیں کہہ کر قومی اتحاد سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ جسے پاکستان کے نظام مصطفیٰ کے حامی حضرات نے ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اور دینی طبقوں کے لئے تحریک استقلال کی قومی اتحاد سے علیحدگی زبردست صدمہ کا باعث بنی ۔ جابجا لوگوں نے مختلف مقامات پر اس کے خلاف اظہار ناراضی کیا ۔ ادھر جماعت اسلامی اور مسلم لیگ چور دروازے سے ایوان اقتدار میں جانا چاہتی تھی اور چلی گئی نوابزادہ نصراللہ خان کی پی ۔ ڈی ۔ پی اور مفتی محمود کی جمعیت علمائے اسلام بھی اقتدار میں حصے دار نہ بننے کی خواہش کے باوجود اور نہ چاہیے کے علی الرغم قومی اتحاد کی نام نہاد وزارت میں شمولیت پر مجبور ہو گئے ۔ شیر باز مزاری کی این ۔ ڈی ۔ پی اور شاہ احمد نورانی کی جمعیت علمائے پاکستان قومی اتحاد کے اقتدار میں شرکت کے خلاف تھی ' لہذا احتجاجاً وہ بھی قومی اتحاد سے الگ ہو گئے ۔ میرے نزدیک اقتدار میں شرکت اور اتحاد سے علیحدگی کے بارے میں تمام جماعتوں نے عجلت سے کام لیا ۔ اسی کشمکش میں علامہ صاحب کی زندگی کی راتیں گزرتی رہیں تا آنکہ علامہ صاحب نے تحریک استقلال سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ اور اپنی جماعت کو منظم ' مربوط ' مستعد اور جی دار سیاسی جماعت بنانے کا فیصلہ کر لیا ۔ علامہ صاحب نے نہ تحریک استقلال کو مورد طعن ٹھہرایا ۔ نہ کسی قومی اتحاد کی جماعت کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کیا اور نہ ہی ائیر مارشل اصغر خان کو تنقید و تبصرہ کی سان پر چڑھایا ۔ علامہ صاحب کا جو استعفیٰ پریس میں شائع ہوا وہ اتنا جاندار اور شاندار تھا کہ نصف صدی کی سیاسی تاریخ میں ایسی جامع تحریر نہیں دیکھی ۔ بلکہ جرائد و رسائل اور اخبارات نے علامہ صاحب کے استعفیٰ پر نوٹ لکھے کہ واقعی علامہ صاحب ایک بہت بڑے علامہ ثابت ہوئے ان کی تحریر کا کوئی زیر زبر اور شوشہ ایسا دکھائی نہیں دیتا جو کسی کے خلاف الزام لگاتا ہو ۔ علامہ صاحب کے تحریک استقلال کے استعفیٰ سے جماعتی حلقوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور جماعت کے تمام خورد و کلاں نے علامہ صاحب کا انتہائی پرتپاک خیر مقدم کیا ۔ ادھر علامہ صاحب کی جدائی سے تحریک استقلال میں صف ماتم بچھ گئی ۔ چنانچہ ائیر مارشل اصغر خان اور میاں محمود علی قصوری بار بار

علامہ صاحب کے پاس تشریف لاتے رہے ۔ اور بڑے زور دار الفاظ میں ان سے اپنے استعفے کی واپسی کا مطالبہ کرتے رہے ۔ بلکہ میاں محمود علی قصوری مرحوم اور ائیر مارشل اصغر نے کوئی ایسا دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔ جس سے متاثر ہو کر علامہ صاحب تحریک استقلال میں واپس آ جائیں ۔ بہر حال علامہ صاحب کا استعفیٰ ان کے علم و فضل اور عزم و توازن کا آئینہ دار تھا چونکہ وہ مستقبل میں جماعت کی بے پناہ خدمت اور تنظیم قائم کرنا چاہتے تھے ۔ اس لئے انہوں نے تمام وفود سے تحریک استقلال میں واپس جانے کی معذرت کر دی ۔ علامہ صاحب کے سانحہ شہادت تک ائیر مارشل اصغر خان کی خواہش یہی رہی کہ کسی طرح علامہ صاحب کو پھر تحریک استقلال میں واپس لے جایا جائے ۔ بہر حال جب تک ملک و ملت کے لئے تحریک استقلال میں علامہ صاحب کا رہنا بہتر تھا ' علامہ صاحب پوری جوانمردی ' استقامت ' حوصلہ اور اولوالعزمی سے تحریک استقلال میں موجود رہے ۔ اور جب ملک و ملت اور جماعت کے لئے تحریک استقلال سے علیحدگی بہتر تھی ۔ علامہ صاحب فورا تحریک استقلال سے باہر تشریف لے آئے ۔

ابراہیم
کشمینا
انٹرنیشنل
کشمینا اون جیسی کوئی اون نہیں
ابراہیم سپنرز
۶۲- شاہ عالم مارکیٹ لاہور
فون :- ۶۶۱۳۵ — ۳۲۴۶۸۲ — ۲۲۴۱۹۰